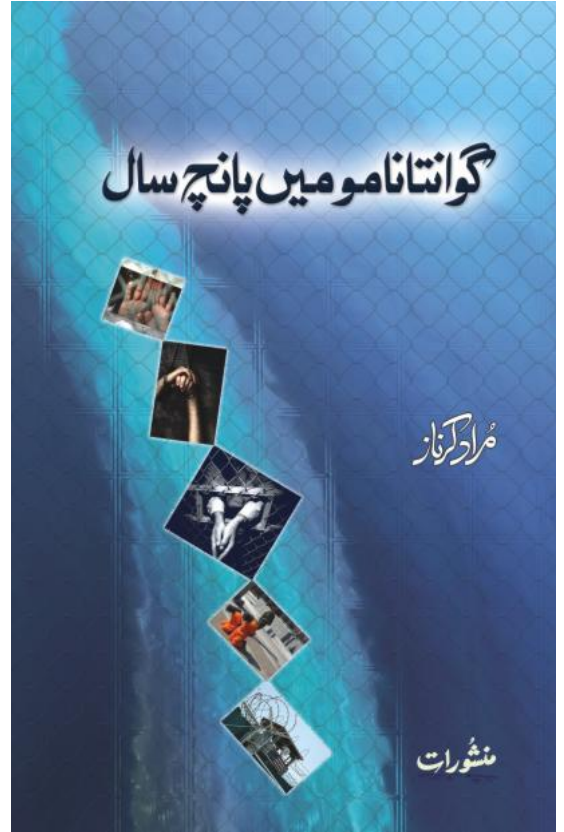


مراد کرناز | منشورات، منصور، ملتان روڈ - لاہور | اپریل ۲۰۱۱ء | صفحات ۱۰۰ | مجلد مع گریڈپوش | ۵۰ روپے



یہ ایک ترک نژاد جرمن نوجوان کی آپ بیتی ہے جو افغانستان اور بدنام زمانہ تعذیبی مرکز گوانتانامو میں پانچ سال تک قید رہا، اس پر نہ تو کوئی جرم ثابت ہوا اور نہ بے پناہ ظلم و تشدد اور تعذیب کے حربے اس سے زبردستی اقبال جرم کرانے میں کامیاب ہو سکے۔ یہ جہاں ہمت و حوصلہ اور اولوالعزمی کی لازوال داستان ہے، وہاں انتہائی آفاقی، بے رحمی اور تعذیب پسندی کی بھی ناقابل تصور اور لرز خیز واقعات پر مشتمل کہانی ہے۔

انسانی ذہن کسی دوسرے انسان کو اذیت دینے کا جو بھی طریقہ سوچ سکتا ہے، وہ مراد کرناز جیسے بے گناہ قیدیوں پر عملاً آزما یا گیا، لیکن حیرت ہے ان "اللہ والوں" پر کہ وہ ذہنی اور ایمانی طور پر مغلوب نہیں ہوئے۔ اذیت پر مامور امریکی بھی حیران تھے کہ ان میں اس قدر قوت برداشت کہاں سے آگئی اس کتاب میں بعض ایسے امریکی فوجیوں کی گواہی بھی رپورٹ ہوئی ہے جو اس ظلم و ستم میں حصہ نہیں لیتے تھے۔ ایک فوجی نے مراد کرناز سے کہا:

”مجھے معلوم ہے کہ خدا تمہیں ہمت و حوصلہ عطا کرتا ہے۔“

میں نے اس سے پوچھا: ”کیا تم مسلمان ہو؟“

اس نے نفی میں جواب دیا اور کہا: ”میں اندازہ کر سکتا ہوں، تم اتنے طویل عرصے سے ان تنگ پنجروں میں رہے ہو، ان میں تو کوئی کھڑا بھی نہیں ہو سکتا۔ تم خدا سے دعا کرتے ہو اور خدا تمہاری مدد کرتا ہے، ورنہ تم پاگل اور دیوانے ہو جاتے۔ اگر مجھے ان پنجروں میں رہنا پڑے تو میں چند دنوں میں ہی بیمار پڑ جاؤں۔“

اس امریکی فوجی کے منہ سے یہ الفاظ سن کر میں واقعی حیران رہ گیا۔ (صفحات ۱۰۰-۱۰۱)

مراد کرناز نسلاً ترک ہے۔ اس کی پیدائش اور تعلیم و تربیت جرمنی میں ہوئی جہاں ترک باشندے بڑی تعداد میں آباد ہیں اور ان کی

اپنی جداگانہ بستیاں ہیں۔ و انیس سال کا نوجوان تھا، جب اسے ایک روز احساس ہوا کہ و پیدائشی طور پر تو مسلمان ہے، مگر ذہنی اور عملی طور پر اسلام سے اُسے دُور کا بھی تعلق نہیں۔ اس احساس نے اس کے اندر نماز کا اہتمام کرنے اور داڑھی رکھنے کا داعی پیدا کیا۔ اس پر و اپنے ہم عمر دوستوں کی طرف سے ملامت کا نشانہ بھی بنا، مگر اس کے اندر قرآن مجید کے مطالعے اور مذہبی علوم کے حصول کا شوق تیز تر ہوتا چلا گیا۔ و جہاز بنانے والی ایک کمپنی میں کام کرتا تھا۔ اس نے اپنے دوستوں اور انٹرنیٹ کے ذریعے دینی علوم کے تعلیمی اداروں کے بارے میں معلومات جمع کیں اور اپنے ایک اور دوست کے ہمراہ پاکستان آنے کا پروگرام بنایا۔ تبلیغی جماعت کے دوستوں نے اس کی رہنمائی کی اور و نے پاکستان میں اپنی دعوتی اور تعلیمی سرگرمیوں میں شریک کر لیا۔ و کراچی اور پشاور میں رہا۔ لاہور کی درس گاہ مرکز علوم اسلامیہ منصورہ میں داخلہ لینے کا خواہش مند تھا، مگر غیر ملکیوں کے بارے میں اس ادارے کی پالیسی کے باعث اس کے لیے یہاں داخلہ حاصل کرنا ممکن نہ ہوا۔ تبلیغی جماعت کے ایک ساتھی کے ساتھ پشاور سے واپسی پر ایرپورٹ جاتے ہوئے راستے میں ایک بس سے پولیس نے شک کی بناء پر و سے گرفتار کر لیا، مختلف تفتیشی مراکز میں رکھا گیا اور بالآخر پاکستانی فوجیوں نے اسے امریکیوں کے حوالے کر دیا۔ (جناب الطاف حسن قریشی نے لکھا ہے کہ اسے تین ہزار ڈالر کے عوض فروخت کیا گیا، ۴)۔ پہلے اسے قندھار کے امریکی فوجی اڈے میں قید رکھا گیا اور پھر گوانتانامو کی بدنام زمانہ جیل بھیج دیا گیا۔ ان تینوں جگہوں پر قیدی کی حیثیت سے اس پر جو کچہ گزری، و اس کتاب میں درج ہے۔

اپنی یادداشتوں کو کتابی شکل دینے میں ایک جرمن صحافی نے اس کی مدد کی اور تصنیفی اعتبار سے ایک بہترین قابل مطالعہ اور ہاتھوں ہاتھ فروخت ہونے والی کتاب تیار کر دی اس کتاب کا پیش لفظ مشہور پاپ گلوکار خاتون پیٹی سمتھ (۶ ۲۰۰۶ء) نے لکھا۔ پیٹی سمتھ نے عراق جنگ کے خلاف مظاہروں کی قیادت کی، اس کے لیے مقبول گانے لکھے اور گائے، نیز صدر و کے مواخذے کی تحریک چلائیں کتاب جرمن زبان سے انگریزی میں ترجمہ ہوئی، پھر اس کتاب کا اردو ترجمہ قسط وار ماہنامہ "اردو ڈائجسٹ" (لاہور) میں شائع ہوا اور اب اسے موجود کتابی شکل میں "منشورات لاہور" نے پیش کیا ہے۔ جناب مسلم سجاد نے لکھا ہے کہ ۴ ممالک سے لائے گئے قیدیوں میں سے گوانتانامو جیل سے باہر آنے والے سیکڑوں لوگوں میں سے اس سے پہلے کسی نے بھی اپنی آپ بیتی نہیں لکھی، نہ کسی نے اس سے معلوم کر کے ان پر جو کچہ گزرا، اس کی تفصیلات بتائیں۔ صرف افغان سفیر عبدالسلام ضعیف کی آپ بیتی پشتو اور اردو میں شائع ہوئی، یا برطانیہ سے وہاں کے شہری معظم بیگ کی انگریزی میں طبع ہوئی ہے (عرض ناشر، ۲۰۰۳)۔ بظاہر یہ ایک حیران کن بات ہے، تاہم اس کی وجہ مختلف ملکوں کی حکومتوں اور عالمی ذرائع ابلاغ پر امریکہ کا دباؤ ایک جانی پہچانی حقیقت ہے۔ گوانتانامو سے رہا ہونے والے کئی افراد کو اپنے اپنے ملکوں میں واپس جا کر بھی آزادی نصیب نہیں ہو سکی خود ہمارے ہاں واپس آنے والے پاکستانی قیدیوں سے ہمارے قومی پریس اور میڈیا نے بے اعتنائی برتی مراد کرناز کے الفاظ میں:

یہ امر بہت ہی اہم ہے کہ ہماری کہانیاں اور داستانیں لوگوں کو سنائی جاتی رہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم خود گوانتانامو کے بارے میں شائع ہونے والی تمام اطلاعات کا مقابلہ کریں۔ ہمیں اب بولنا اور کہنا ہو گا کہ میں نے اپنے ہاتھ کمبل میں چھپانے کی کوشش کی تو مجھے چار ہفتے کے لیے قید۔ تنہائی میں ڈال دیا گیا۔ ہمیں دنیا کو یہ بتانا ہو گا کہ کس طرح عدل اپنی ٹانگوں سے محروم ہو گیا اور کس طرح مراکشی کپتان کی انگلیاں قطع کر دی گئیں۔ دنیا کو ان قیدیوں کے متعلق معلوم کرنے کی ضرورت ہے جو قندھار میں ہلاک ہو گئے۔ ہمیں دنیا کے سامنے یہ بتانا ہو گا کہ ڈاکٹر صرف اس لیے آئے تھے کہ دیکھیں کہ قیدی مرچکا ہے، یا مزید اذیت برداشت کرنے کے لیے زندہ ہے۔ (۲۰۰۳)

کتاب کے ساتھ مسلم سجاد، الطاف حسن قریشی، اوریا مقبول جان اور عظیم سرور کے مختصر، مگر رُائر احساسات اور تبصرے بھی شامل کیے گئے ہیں۔ کتاب کی طباعت کے مختلف معیارات (گردپوش اور سرورق ڈیزائن، عمدہ جلدبندی، عمدہ کاغذ اور چھپائی وغیرہ) کے لحاظ سے یہ ایک نفیس، باوقار اور رُائر پیش کش ہے۔ تاہم کمپوزنگ کی غلطیاں بے شمار ہیں، غالباً پروف ریڈنگ ایک مرتبہ بھی نہیں ہوئی ریاض محمود انجم کا ترجمہ بحیثیت مجموعی اچھا ہے، تاہم کچھ مقامات پر اصلاح ادارت کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

ماخذ: نقطہ نظر، شمارہ ۱۱۱، اپریل، ستمبر ۲۰۰۶ء۔

نوعیت: کتاب پر تبصرہ